اُلّو تے اُجاڑ

جہانِ تازہ
ف۔ر۔ی

اللہ تعالیٰ کی مخلوق میں اُلّو ایک ایسا جانور ہے جسے معاشرے میں نحوست کی علامت سمجھا جاتا ہے۔اس کے متعلق کئی قسم کے محاورے بھی لوگوں نے بنا رکھے ہیں۔ حالانکہ نحوست کا تعلق کسی بھی چیز کے جسم کے ساتھ نہیں' بلکہ انسانوں کے اعمال کا نتیجہ ہوتا ہے۔اسی سلسلہ کا ایک واقعہ بھی بیان کیا جاتا ہے کہ ایک ہنس اور ہنسنی (یہ بھی ایک پرندہ ہے جو کہ چال کی خوبصورتی میں ضرب المثل ہے) کہیں سفر کرتے جا رہے تھے۔ راستے میں انھیں رات گزارنا پڑی تو انھوں نے ایک درخت پر بسیرا کر لیا۔شام کے وقت وہاں ایک اُلّو کی آواز سن کر ہنسنی نے کہا کہ یہ اجاڑ ہے اس لیے کہ یہاں اُلّو بول رہا ہے۔ چنانچہ ہمیں یہاں نہیں ٹھہرنا چاہیے۔لیکن ہنس نے سمجھا بجھا کر رات وہیں گزارنے پر اپنی بیوی کو راضی کر لیا۔ادھر یہ ساری گفتگو اُلّو نے بھی سن لی۔ چنانچہ جب صبح ہوئی اور ہنس اور ہنسنی نے جانے کا ارادہ کیا تو اُلّو آ گیا اور بڑی خوشی کا اظہار کیا کہ آپ میرے ہاں ٹھہرے اور ساتھ ہی افسوس بھی کرنے لگا کہ مجھے کوئی خدمت کا موقع نہیں ملا۔ چنانچہ اُس نے اپنی چرب زبانی سے انھیں ایک دن مزید اس کی میزبانی میں گزارنے پر راضی کر لیا۔ جب دوسرے دن اسی جوڑے نے روانگی کا ارادہ کیا تو اُلّو نے ہنسنی کو پکڑ لیا کہ یہ تو میری بیوی ہے۔ اس کو میں نہیں جانے دوں گا۔اب ہنس اُس کو دلائل سے قائل کرنے کی کوشش کر رہا ہے کہ یہ تیری جنس سے نہیں' یہ تیری بیوی کیسے ہو سکتی ہے؟ لیکن اُلّو پر کسی دلیل کا کوئی اثر نہیں ہو رہا۔ چنانچہ فیصلہ یہ ہوا کہ قریبی بستی میں رہنے والے انسانوں کے پاس معاملے کو لے جا کر ان سے فیصلہ کروایا جائے۔ یہ دونوں فریق قریبی کھیتوں میں کام کرنے والے آدمیوں کے پاس گئے اور انھیں سارا واقعہ سنایا اور فریقین نے اپنے اپنے حق میں دلائل دیئے۔ چنانچہ ان آدمیوں نے دلائل سن کر یہ جان لیا کہ اُلّو جھوٹ بول رہا ہے۔ظلم و زیادتی کر رہا ہے اور ہنس اپنے دعویٰ میں سچا ہے۔لیکن اُس ''جیوری'' نے آپس میں مشورہ کیا کہ اُلّو ہمارا ہمسایہ ہے' ایک مدت سے اسی جنگل میں رہ رہا ہے اور یہ جوڑا تو مسافر ہے' ہم انھیں جانتے نہیں' لہٰذا ہمیں اُلّو کی حمایت کرنی چاہیے۔ چنانچہ انھوں نے اُلّو کے حق میں فیصلہ دے دیا۔اب ہنسنی بے چاری رو رہی ہے اور ہنس بھی افسوس کا اظہار کر رہا ہے کہ میں ہنسنی کی بات مان لیتا تو اچھا تھا۔لیکن ''اب پچھتائے کیا ہوت...... جب چڑیا چگ گئیں کھیت۔''

بہر حال جب ہنس مایوس ہو کر اکیلا ہی چل پڑا تو اُلّو نے بلایا اور کہا کہ دیکھو یہ بیوی تیری ہی ہے' کیونکہ یہ تیری ہم جنس ہے' میرا اس کے ساتھ کوئی تعلق نہیں' میں تو صرف تم دونوں کو یہ بتانا چاہتا تھا کہ یہ اُجاڑ میری وجہ سے نہیں بلکہ ان ظالم اور عدل و انصاف کا خون کرنے والے حاکموں اور منصفوں کی وجہ سے ہے جو جانتے بوجھتے ہوئے غلط فیصلہ کر رہے ہیں۔

آج جب ہم اپنے گرد و پیش نظر دوڑاتے ہیں تو ہمیں ہر طرف اکھاڑ پچھاڑ نظر آتی ہے۔کوئی ادارہ ایسا نہیں' جس کے متعلق دعوے سے یہ بات کہی جا سکے کہ قابل اعتماد ہے اور اس کے نظام میں کسی قسم کا جھول نہیں۔حتیٰ کہ

وطن عزیز کا وجود بھی خطرے میں نظر آتا ہے۔ جب ہم ان حالات کے اسباب پر غور کرتے ہیں تو یہی بات واضح نظر آتی ہے کہ ہر شخص اپنے اختیارات کا ناجائز استعمال کرتے ہوئے ظلم و زیادتی' اقربا پروری' ناانصافی اور مفاد پرستی کا نا صرف مرتکب ہو رہا ہے' بلکہ اُسے مزید پھیلانے کی سعی کر رہا ہے۔ اس سے بڑھ کر افسوسناک بات یہ ہے کہ یہ کام بھی وہی لوگ سرانجام دے رہے ہیں' جن کی ذمہ داری اصلاح کرنا اور اپنے دائرہ کار میں رہتے ہوئے ان اقدار کا تحفظ کرنا تھا جو کسی بھی قوم' معاشرے اور ملک و وطن کی بقا کے لیے ضروری تھیں۔

افسوس! اس گھر کو آگ لگ گئی...... گھر کے چراغ سے۔ جو لوگ وفاق کی مضبوطی کے ذمہ دار تھے' وہ ہی اُسے کمزور کرنے پر تلے ہوئے ہیں۔ جو قانون کے علمبردار تھے وہ آئین اور قانون کے نام پر غیر آئینی اقدام کر رہے ہیں' جو قانون کے محافظ تھے' وہی قانون کی دھجیاں اڑا رہے ہیں اور جو لوگ دین' اسلام اور شریعت کے حدی خواں تھے' وہ اسلام کا نام بھی استعمال کیے جا رہے ہیں اور ناانصافی' لکیر کے فقیر' دھوکہ دہی' جھوٹ اور فراڈ کے نا صرف مرتکب ہو رہے ہیں' بلکہ اپنے وقتی مفادات کے لیے ایسے غیر شرعی اور غیر اخلاقی عمل کو تحفظ دینا اپنا فرض منصبی سمجھ بیٹھے اور اسے اپنی بڑی کامیابی شمار کرتے ہیں۔ وطن عزیز میں موجودہ عدالتی بحران کو ہی دیکھ لیجیے۔ اس میں کوئی شبہ نہیں کہ ایک خود ساختہ صدر اور ریٹائرڈ جنرل نے صرف اپنے اقتدار کو طول دینے کے لیے دوسرے اداروں کی طرح عدلیہ کو بھی اپنے نشانے پر رکھ لیا۔ وہ الگ بات ہے کہ یہ کیس اس کے لیے کباب کی ہڈی بن گیا۔ اب حالات یہ ہیں کہ ساڑھے سات سال تک مفاد اٹھانے والے اور نمک خوار ساتھ دینے سے صاف انکاری ہیں۔ کیونکہ انھوں نے جنرل کی حمایت کسی اصول اور ضابطے کے لیے نہیں' بلکہ صرف اپنے مفادات کے لیے کی تھی اور ایسے ''سمجھدار'' آپ کو ہر جماعت میں مل جائیں گے۔

یہی وجہ ہے کہ وطن عزیز میں کوئی بھی جماعت سیاسی ہو یا مذہبی اس قدر منظم اور مربوط نہیں' کہ جو کسی بھی بحران کا سامنا کرنے کی سکت رکھتی ہوں' سبب صرف یہی ہے کہ ہر جماعت میں موقع پرست' ابن الوقت' خوشامدی' دام کے غلام اور مفادات کے اسیر وافر تعداد بلکہ مقدار میں موجود ہیں۔ آج اگر فرد واحد کو عدالتی نظام پر حملہ آور ہونے کی جرأت ہوئی ہے تو اس میں عدلیہ بذات خود ملوث ہے۔ کیا اسی عدلیہ نے ہر دور میں آمریت کو قانونی تحفظ نہیں دیا......؟ اگر کسی جج نے انکار کیا تو اسے نشانِ عبرت بنا دیا گیا۔ لیکن باقی ججوں کو اپنے ادارے کی عزت و توقیر اور اس کے تحفظ کا کبھی خیال کیوں نہ آیا؟ اور کیا یہ عدلیہ کے محترم جج صاحبان ہی نہ تھے کہ جنھوں نے حکومت وقت کے ایماء پر اپنے ہی چیف جسٹس سجاد کے خلاف بغاوت کی تھی؟ (یہ الگ بات ہے کہ جسٹس سجاد نے بعض لوگوں کے کہنے پر جسٹس محمد شفیع محمدی کو ایک کیس کی وجہ سے بے توقیر کرنے کی کوشش کی اور اس کے لیے وکلاء کو استعمال کیا گیا لیکن خود وہ ذلیل و رسوا ہو کر عدلیہ کو چھوڑنے پر مجبور ہوئے۔ اور ''جیسا کرو گے ویسا بھرو گے'' کے مصداق بن گئے۔) وکلاء حضرات جو آج عدلیہ کے تحفظ کے لیے قربانیاں دے رہے ہیں' اور ان کی یہ جد و جہد قابل ستائش ہے ذرا غور تو کریں کہ ان کا کردار کیا رہا ہے؟ آئینی و قانونی موشگافیوں کے بل بوتے پر ہر حکمران کے دم چھلہ بن کر انھیں عدلیہ سے کھیلنے کے مواقع فراہم نہیں کرتے رہے؟ رہ گئی سیاسی جماعتیں جو آج عدلیہ کی حمایت میں ہلکان ہو رہی ہیں' خود ان کے ادوار حکومت میں کیا عدلیہ کا مذاق نہیں اڑایا

گیا۔ انھیں کنگرو کورٹس جیسے القاب سے نہیں نوازا گیا اور اپنے سیاسی مخالفین کو دبانے کے لیے عدلیہ کے جج صاحبان سے مرضی کے فیصلے حاصل نہیں کیے گئے؟ مسلم لیگ (ن) کے دورِ حکومت میں تو باقاعدہ سپریم کورٹ پر حملہ کیا گیا اور توڑ پھوڑ کی گئی۔ کیا مسلم لیگی قائدین یہ بتانا پسند کریں گے کہ جسٹس رفیق تارڑ کے ساتھ خصوصی طیارے میں پشاور کون گیا تھا اور وہاں کے جج کو چیف جسٹس کے خلاف بغاوت کرنے پر تیار کس نے اور کس قیمت پر کیا۔ یہ وہی رفیق تارڑ صاحب ہیں، جو بعد ازاں اسی خدمت کے عوض، صدر پاکستان منتخب کیے گئے اور آج حکومت کے خلاف عدلیہ کی حمایت میں جن کی سانسیں اکھڑی جاتی ہیں۔

اس سارے بحران کا حل یہ نہیں جو ہر فریق اپنی اپنی خواہش کے مطابق چاہتا ہے۔ اس کا حل صرف یہ ہے کہ ہر فریق اپنی اپنی ذمہ داری کو اپنی حدود میں رہتے ہوئے سنبھالنے کا اپنے آپ کو پابند بنائے۔ کوئی ادارہ کسی دوسرے کے معاملات میں مداخلت نہ کرے، بلکہ وطن عزیز کی تعمیر و ترقی کے لیے ایک دوسرے کے مدد و معاون بنیں تو یقیناً ہم اپنے پیارے وطن کو شاد و آباد کر سکتے ہیں اور خود بھی خوش رہ سکتے ہیں اور یہ خوشیاں اپنی نسلوں کو بھی منتقل کر سکتے ہیں۔ اگر ایسا نہیں ہوتا تو پھر یقیناً ظلم، زیادتی، ناانصافی کے نتیجے میں اُجاڑ ہی ہوگی اور اس میں اُلّو ہی بولیں گے اور اس کا سبب ہمارا عمل و کردار ہوگا۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو ہدایت نصیب فرمائے اور وطن عزیز کی نظریاتی و جغرافیائی سرحدوں کی حفاظت کا پاسبان بنائے۔ آمین۔

بتاریخ
10 اپریل 2007ء
بروز منگل بعد نماز مغرب

دوسری سالانہ
عظیم الشان تاریخی عالمی

محفلِ حسنِ قرأت

زیر نگرانی
مولانا کاشف نواز رندھاوا
رئیس مرکز المکرم

سرزمین مصر کے پانچ عالمی شہرت یافتہ قراء کرام اور نامور ملکی قراء حضرات تشریف لا رہے ہیں

بمقام سبزہ زار مرکز المکرم اہل حدیث مسلم ٹاؤن نمبر 3 سرگودھا روڈ فیصل آباد

منجانب قاری نوید الحسن لکھوی
مدیر مرکز المکرم اہل حدیث مسلم ٹاؤن نمبر 3 سرگودھا روڈ فیصل آباد
0300-6623820